زُبدَۃُ التّحقیق

(مسئلہ افضلیت کا تحقیقی جائزہ)

﴿تصنیف﴾

سیّد عبد القادر جیلانی

☆☆☆☆☆

نام کتاب: **زُبدۃُ التّحقیق**

مصنف: سیّد عبدالقادر جیلانی

تعداد: دو ہزار

اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ بمطابق جولائی 2010ء

کمپوزنگ: انعام الحق قادری، عبدالرحمٰن

پروف ریڈنگ: علامہ سیّد مظہر حسین شاہ گیلانی

ھدیہ: 350 روپے

(بحسنِ اہتمام)

انٹرنیشنل مسلم موومنٹ

دارالعلوم قادریہ جیلانیہ - لندن

Phone:0044-208 5204121

۱۔ سیّد مظہر حسین شاہ گیلانی، دارالعلوم قادریہ جیلانیہ، والتھم سٹو، لندن
Ph:0044-7940225723.

۲۔ اشتیاق علی قادری، 50 Knotts Green Road, E10 6D Leyton, London. Uk.Ph:0044-7944448954

۳۔ حافظ محمد عمران قادری، Sint Willi Brordusstraat, 53 1074 XK, Amsterdam. Holland. Ph:0031-642977566

۴۔ عزیز حیدر قادری، قادریہ جیلانیہ پبلیکیشنز دارالعلوم قادریہ جیلانیہ، ٹیچ بھاٹہ، راولپنڈی فون: 0300-5112339

۵۔ چشتی کتب خانہ، ارشد مارکیٹ، جھنگ بازار، فیصل آباد۔ فون: 0323-7655155

۶۔ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

۷۔ احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

۸۔ عباسی کتب خانہ، جونا مارکیٹ جوڑیا بازار کراچی

۹۔ نظامیہ کتاب گھر، زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار، لاہور 0301-4377868

۱۰۔ دارالعلم، ستا ہوٹل دربار مارکیٹ، لاہور

۱۱۔ قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ لاہور

۱۲۔ اسلامی کتب خانہ، کچہری روڈ، ایبٹ آباد فون 0346-9588990

۱۳۔ کتب خانہ، دربار عالیہ گولڑہ شریف

۱۴۔ درویش کتب خانہ، دربار عالیہ دھنکہ شریف لساں نواب مانسہرہ

۱۵۔ القلم بک سنٹر، صدر بازار ہری پور۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ

حضرت ابو ہریرہ کا نظریہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں:

عن ابی ھریرۃ : قال ما احتذی النعال ولا انتعل ولا رکب المطایا ولا رکب الکور بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) افضل من جعفر (ترمذی ۲۔ا۔۲۴۰ص)

ترجمہ: کسی نے جوتا نہیں (عطف تفسیری، ولا انتعل۔کسی نے جوتا نہیں پہنا) نہ ہی کوئی اونٹنیوں پر سوار ہوا اور نہ ہی کوئی اونٹ کے کجاوے میں سوار ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے بعد جو جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

امام ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں لکھتے ہیں:

وکان ابوھریرۃ یقول انہ افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔(الاصابہ ج اص ۲۷۲)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

اس جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے از قسم عقیدہ ہے اور عقائد توقیفی ہوتے ہیں جسمیں قیاس صحابی کا دخل تسلیم نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث لفظاً موقوف ہوگی اور حکماً مرفوع ہوگی (تدریب الراوی)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہیں، سن خیبر میں مسلمان ہو کر ۵۹۔۵۷ھ میں مدینہ طیبہ میں واصل باللہ ہوئے۔یہ کیسے ممکن تھا کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہوتا اور انہیں

پتہ نہ چلتا اور اگر پتہ چل جاتا تو پھر وہ یہ قول دہراتے، اور امام ترمذی جو تیسری صدی ہجری کے آدمی ہیں وہ اس قول کو حدیث جان کر مجموعۂ حدیث میں شامل کر لیتے۔

فرزندِ رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہٗ کی افضلیت

ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵٦ھ اپنی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ۴۔۱۲۰ میں لکھتے ہیں ؛

فلو قال قائل : ایما افضل فی الجنة واعلی قدرا ، مکان ابراهیم بن رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) او مکان ابی بکر و عمر و عثمان و علی (رضی الله عنهم) قلنا مکان ابراهیم اعلی بلاشک

ترجمہ؛۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ جنت میں کون افضل ہوگا؟ اور کس کی قدر اعلیٰ ہو گی۔ جناب ابراہیم علیہ السلام ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان (اعلیٰ ہوگا) یا ابو بکر صدیق یا مکان عمر یا مکان عثمان غنی یا مکان علی مرتضیٰ؟ (رضی اللہ عنہم) ہم کہیں گے کہ مکان ابراہیم علیہ السلام بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اعلیٰ ہوگا۔ اور اسکی وجہ عمل صالح نہیں ہوگا بلکہ یہ فضل اختصاصی ہوگا۔

(ولکن ذالک المکان اختصاص مجرد لابراهیم المذکور لم یستحقه بعمل)

ترجمہ؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کی بلندی محض فضل اختصاصی ہے۔ کسی عمل کی وجہ سے وہ اس مکان کے حقدار نہیں ہوئے۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ابن رسول اللہ کو خلفائے اربعہ پر افضلیت ملی ہے

اسکا نام کثرت ثواب نہیں بلکہ کثرت ثواب والے لوگ پیچھے رہ گئے اور فضل اختصاص والی شخصیت آگے نکل گئی۔ اگرچہ یہ کہنے کی اجازت نہیں ہوگی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور نہ ہی یہ کہنے کی اجازت ہوگی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ سے افضل ہیں۔اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے:

فلا يقال ان ابراهيم ابن رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) افضل من ابى بكر او عمر فلا يقال ان ابا بكر و عمر افضل من ابراهيم (رضى الله عنهم) (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج۴۔ص۱۲۰)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی افضلیت

مزید برآں ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں؛**المفاضله واقعة بين الصحابة و بين نساء رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) لان اعمالهم وسوا بقهم لها مراتب متناسبة بلاشک فان قال قائل انهن لو لا رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) ما حصلن تلک الدرجة وانما تلک الدرجة له عليه السلام قلنا و بالله تعالى التوفيق نعم ولا شک ايضا فى ان جميع الصحابة لولا رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) ما حصلوا ايضا على الدرج التى لهم فيها**

ترجمہ؛۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوراز واج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مفاضلہ (ایک دوسرے پر فضیلت دینا) ہوا ہے کیونکہ بلاشبہ انکے اعمال اور سبقتوں

میں متناسب درجات تسلیم ہوتے ہیں۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو وہ (ازواج مطہرات) یہ درجات حاصل نہ کر پاتیں، یہ درجات کو ان کو صرف انکی وجہ سے ملے ہیں"۔ ہم (جواباً) کہیں گے؛، اور اللہ کے ہاں توفیق خیر ہے! ہاں بلا شک یہ بھی (حقیقت ہے) کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان درجات کو حاصل نہ کر سکتے جو انہیں حاصل تھے۔

ازواج مطہرات کے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہونے پر ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، قرآن حکیم کی ایک اندرونی شہادت پیش کرتے ہیں:

ومن یقنت منکن للہ و رسولہ و تعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین (۳۳۔۳۱) ترجمہ؛۔ جو کوئی تم میں سے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور اچھے عمل کرے، ہم اسے دوگنا اجر دیں گے۔

اسی صفحہ پر ابن حزم اندلسی تحریر فرماتے ہیں:

فھذا فضل ظاھر و بیان لا ئح فی انھن افضل من جمیع الصحابۃ (رضی اللہ تعا لی عنھم)

ترجمہ؛۔ (پروردگار کا) یہ ارشاد واضح فضل الٰہی ہے اور واضح بیان ہے کہ وہ (ازواج مطہرات) جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

یعنی سورۃ ۳۳ کی آیت نمبر ۳۱ نے واضح طور پر بتلا دیا کہ اگر جمیع صحابہ کرام اور پوری امت ایک نیکی کرے تو انہیں انکے عمل کی مناسبت سے اکہرا ثواب ملے گا مگر

ازواج مطہرات وہی عمل کریں تو ان کو جملہ امت کے افراد کے مقابلے میں دوگنا ثواب دینگے۔اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ازواج مطہرات افضل ہیں۔ان حقائق سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر نہ ہی نصی اجماع ہوا ہے اور نہ ہی سکوتی اجماع ہوا ہے۔

حضرت امام عبدالرزاقؒ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور بھی بعض دیگر صحابہ کا ایسا ہی خیال تھا (یعنی وہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باقی جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً شیخین سے افضل سمجھتے تھے)۔فتاویٰ عزیزیہ فارسی ج۱ص۱۸۲ مصنفہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اور انکے والد صاحب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں، جنہوں نے ہندوستان میں شیعہ کے خلاف شدومد سے کام کیا ہے جنکی قلمی یادگاریں اس موضوع پر واضح طور پر موجود ہیں۔اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت تامہ ومطلقہ پر اجماع ہوا ہوتا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ان حضرات کے اسمائے گرامی اہل سنت کی فہرست میں کیونکر دیتے۔اور اس عقیدہ والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو کیوں جائز قرار دیتے۔نیز انکا یہ لکھنا ''حضرات شیخین رضی اللہ عنہما افضل ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' اس اختلاف کی وہی حیثیت ہے جو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلاف کی حیثیت ہے (اشاعرہ اور ماتریدیہ میں تو حق دائر ہے حق معین نہیں ہے جسکا مطلب یہ ہوگا کہ شیخین رضی اللہ عنہما یا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں حق دائر ہے ان میں سے کسی کو بھی افضل جانے، حق بجانب ہوگا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی افضلیت

ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ اپنی کتاب الفصل ج۴۔ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں:

روینا عن مسروق بن الاجدع و تمیم بن خدیم و ابرا ھیم النخعی و غیرھم ان افضل الناس بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) عبداللہ بن مسعود و قال تمیم و ھو من کبار التا بعین رأیت ابا بکر و عمر فما رأیت مثل عبداللہ بن مسعود

ترجمہ؛۔ہم نے مسروق بن اجدع اور تمیم بن خدیم اور ابراہیم نخعی سے روایت کیا ''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے افضل عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔اور تمیم نے کہا جبکہ وہ کبار تابعین سے تھے۔میں نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا مگر انہیں عبداللہ بن مسعودؓ جیسا نہیں پایا۔

تین کبار تابعین نے بتایا کہ وہ عبداللہ بن مسعودؓ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ساری امت سے افضل اعتقاد کرتے تھے یہ تینوں حضرات اکابر تابعین سے ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پوری امت پر افضلیت کا عقیدہ رکھتے تھے اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت پر اجماع نصی یا سکوتی منعقد ہوا ہوتا تو یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی افضلیت کے کیسے دعویدار ہوتے؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی باقی جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت کا عقیدہ ایک واضح عقیدہ تھا جو آپ کے جملہ تلامذہ میں متفقہ طور پر پایا جاتا تھا۔''تذکرۃ الحفاظ'' مصنفہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذھبی ج۱۔ص ۱۷۔۱۶ ملاحظہ فرمایئے:

اتفق موته بالمدينة سنة اثنتين و ثلاثين و له نحو من ستين سنة و كان تلامذته لا يفضلون عليه احدا من الصحابة (رضى الله تعالى عنهم)

ترجمہ؛۔آپ کی موت مدینہ (طیبہ) میں ۳۲ھ میں واقع ہوئی اور انکے شاگرد کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل نہیں سمجھتے تھے۔

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت شرط سنیت ہوتی تو یہ لوگ سنی کہلانے کے حقدار نہ ہوتے جبکہ یہ لوگ سنیت کے علمبردار ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تعلیمات کے بانی ہیں اور اگر افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرنے سے سنیت سے اخراج لازم آتا تو یہ لوگ سنیت سے خارج کردیے جاتے۔اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی کبھی سنیت کی دنیا میں امام اعظم کا لقب ارزانی نہ ہوتا۔

حضرت سیّدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی افضلیت

امام عبدالروف مناوی اپنی کتاب ''سیدۃ النساء'' (اتحاف السائل بما بفاطمة من المناقب والفضائل) ص۱۶ پر رقمطراز ہیں:

عن عائشة رضى الله تعالى عنها انها قالت ما رأيت افضل من فاطمة غير ابيها ترجمہ؛۔جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا؛ ''میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں پایا'' (طبرانی معجم الاوسط ۲۷۱۹، مجمع الزوائد ۹۔۲۳۷، مسند ابو یعلیٰ ۴۶۸۱)

اگر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہوگیا ہوتا تو جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا قول کیسے کرتیں؟ جبکہ سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان تھا: **خذوا ثلثی دینکم من ھذہ الحمیراء** (اس گلفام سے دین کا دوتہائی حاصل کرو۔ اتنی فقاہت کے ہوتے ہوئے اس اجماع کو مدنظر رکھتیں۔ اور آپ کا وصال ۵۷ھ میں ہوا اور جناب ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور تادم آخرین اس قول سے آپ نے رجوع نہ فرمایا۔

بعض اہل علم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اَحب ہونے سے بھی انکی افضلیت مطلقہ پر استدلال کیا ہے۔ مگر امام مناوی اسی کتاب کے اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر : استأ ذن ابو بکر علی المصطفی فسمع عائشة عا لیا و ھی تقول واللہ لقد عرفت ان فاطمة و علیا احب الیک منی و من ابی مر تین او ثلا ثا فا ستأذن ابو بکر فا ھو ی علیھا فقال یا بنت فلان الا سمعتک ترفعین صوتک علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) . رواہ الامام احمد و رجالہ رجال الصحیح.

ترجمہ:۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہا تو انہوں نے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونچی اونچی آواز سے باتیں کرتے ہوئے پایا اور وہ کہہ رہی تھیں؛ خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ دوگنا یا تین گنا زیادہ پیارے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت لیکر جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کیا اور کہا؛ اے فلاں کی بیٹی! کیا میں نے تمہیں

نہیں سنا کہ تم جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بات کر رہی تھیں؟ اسکو امام احمد نے روایت کیا اور بتایا کہ اسکے راویان صحیح کے راویان ہیں۔

اب اگر احبیت بھی بقول بعض اہل علم کے موجب فضیلت ہے تو وہ بھی جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔ یہ "اجماعِ مبیّن" جنکے حق میں ہوا اُن کو کیوں معلوم نہیں اور انکے گھر والوں کو کیوں معلوم نہیں۔ اصولی طور پر تو باپ کے فضائل جسقدر بیٹی کو یاد ہو سکتے ہیں، اسقدر کسی دوسرے کو یاد ہونا محالات عادیہ میں سے ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نظریہ

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع کے خلاف آراء میں سے ایک درج ذیل ہے۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ اپنی کتاب تاریخ بغداد ۹۔۲۹۲ میں تحریر فرماتے ہیں؛ **قال فاما العباس فمات و علی عنده افضل الصحابة** ترجمہ؛۔ رہی بات عباس رضی اللہ عنہ کی سو وہ وفات پا گئے جبکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سب صحابہ سے افضل تھے۔

اگر سُنّیت کے لئے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا ضروری ہوتا تو لوگ انہیں سنی نہ سمجھتے۔ آپ کا وصال ۳۲ھ میں ہوا اور آپ اسی عقیدہ پر تھے۔ معلوم ہوا کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر سمجھا جاتا تھا ورنہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی جملہ اولاد اور جملہ علوی، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل کیسے سمجھ سکتے اگر اجماع نصی یا سکوتی حضرت ابو بکر

صدیقؓ کی افضلیت پر ہو چکا ہوتا تو اجماع نصی کی صورت میں منکر کافر ہوتا اور اجماع سکوتی کی صورت میں مبتدع ہوتا مگر ان میں سے کوئی بھی ٹائٹل ان لوگوں کو نہیں دیا گیا جس سے ثابت ہوا کہ افضلیت کا عقیدہ محض اختیاری تھا اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس کو بھی افضل سمجھا وہ حق پر تھے۔

حضرت امام حسن مجتبٰیؓ کا نظریہ

ابن حزم اندلسی اپنی کتاب الفصل فی الملل ج ۴۔ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں؛

کان عمار بن یاسر و الحسن بن علی یفضلان علی ابن ابی طالب علی ابی بکر و عمر (رضی اللہ تعالی عنهم)

ترجمہ؛۔عمار بن یاسر اور حسن بن علی، جناب علی مرتضٰی کو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر سے افضل سمجھتے تھے۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام حسنؓ اپنے وقت میں خلیفہ راشد گزرے ہیں جنکا قول اور فعل باقی خلفائے راشدین کی طرح شرع میں سند اور حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔اسی طرح حضرت عمار بن یاسرؓ سابقین اولین میں سے ہیں انہوں نے آگ میں کھڑے ہو کر بھی اسلام پر استقامت دکھلائی۔ان دونوں حضرات کا حضرت علی مرتضٰیؓ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنا اور تادم آخرین جناب مرتضٰیؓ کا ساتھ دینا اور ۳۷ھ میں جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمانا، اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ جناب مرتضٰیؓ کے نزدیک اگر یہ عقیدہ حد مفتری کو مستلزم ہوتا یا کم از کم قابل اعتراض ہوتا تو امام حسنؓ اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ انہیں تنبیہ کر دی جاتی کہ یہ عقیدہ قابل

اعتراض ہے اس سے تائب ہو جانا ضروری ہے۔ مگر اسکے برعکس جملہ،عباسیہ،علویہ،فاطمیہ،ہاشمیہ اور بیسیوں فقہاء ومجتہدین وافاضل صحابہ(رضی اللہ عنہم) کا افضلیت علیؓ کا عقیدہ ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ مسئلہ افضلیت اختیاری تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ تلامذہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوافضل جانا۔جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعداز نبی سب سے افضل سمجھا،حضرت ابوھریرہؓ نے جناب جعفرطیارؓ کوسب سے افضل سمجھا،امت کے کسی بھی صاحب علم نے ان بزرگوں کے بارے میں کوئی حقیر کلمہ نہیں بولا معلوم ہوا کہ بحوائے ان اصحا بی کا لنجوم بـایھم اقتدیتم اھتدیتم سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مینار ھدایت سمجھا لہٰذا ان میں سے کسی کے قول کی بھی پیروی کی جائے تو موجب رشد وھدایت ہوگی۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اتفاق

امام محمد عبدالرؤف المناوی متوفی ۱۰۳۱ھ اپنی کتاب فیض القدیر ج۴ص ۵۵۵ میں لکھتے ہیں:و ذکر علیم الدین العراقی ان فاطمة واخاها ابراهیم افضل من الخلفاء الاربعة بالاتفاق

ترجمہ؛۔علیم الدین عراقی نے ذکر کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور انکے بھائی ابراہیمؓ متفقہ طور پر خلفائے اربعہ سے افضل ہیں۔اسی طرح شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ”تکمیل الایمان“ص ۵۷ پرورطہ تحریر میں لاتے ہیں:

شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب خصائص کبریٰ از امام علیم

الـدیـن عـراقـی نـقـل کردہ است کی فاطمة و برادر وے ابراھیم با اتفاق افضل اند از خلفاء اربعه۔

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں علیم الدین عراقی سے نقل کیا ہے کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور انکے بھائی ابراہیم علیہ السلام خلفائے راشدین سے متفقہ طور پر افضل ہیں۔

امام سیوطی نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ کی تلخیص ''**انـمـوذج الـلـبـیـب المعروف بخصائص صغریٰ**'' میں ص ۵۶ پر اس عبارت کو نقل فرمایا ہے۔

امام سیوطیؒ جو کہ متصلب قسم کے اشعری ہیں وہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بھائی ابراہیم علیہ السلام کی افضلیت خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم پر ثابت کر رہے تھے بحوالہ علیم الدین عراقی تو اسوقت کے دانشوروں اور انکے بعد آنے والے علمائے کرام نے علیم الدین عراقی کو اہل سنت سے خارج کیوں نہ کیا اور کم از کم امام سیوطی ان پر اعتراض کر دیتے یا تردید کر دیتے تو بات سمجھ میں آجاتی کہ یہ عقیدہ قابل اعتراض ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی باقی تحریروں میں اس بارے میں زور پایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پہ اپنے دلائل کے ضعف کو محسوس فرما رہے تھے، ورنہ وہ اس مقام پر ضرور تردید کرتے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر تردید نہیں کی بلکہ تائید کے طور پر امام مالک علیہ السلام کا قول بھی پیش فرما دیا جس میں امام مالک علیہ السلام نے خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی تمام امت پر افضلیت بیان فرمائی: **لا افضل علیٰ بضعة من النبی صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم احدًا** (الخصائص الصغریٰ ص ۵۷)

یعنی امام مالک فرماتے ہیں، میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر گوشہ یعنی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر کسی کی فضیلت تسلیم نہیں کرتا۔

لیجئے جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ باوجود متصلب اشعری ہونے کے یہاں سپر انداز ہوتے ہیں۔ (درمنثور ج ۶ ص ۵۸۹ تصنیف امام سیوطی)

اخرج ابن مردویہ عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت : قلت : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) من اکرم الخلق علی اللہ ، قال : یا عائشة اما تقرئین" ان الذین آمنو ا وعملو ا الصلحات اولئک هم خیر البریة .

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ لوگ سب سے افضل لوگ ہیں۔

اخرج ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ قال: کنا عند النبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) فا قبل علی فقال النبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) : والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعته لهم الفائزون یوم القیامة و نزلت : ان الذین آمنوا و عملوا الصلحات او لئک هم خیر البریة : فکان اصحاب النبی اذا اقبل علی قالوا : جاء خیر البریة

ترجمہ:۔ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے حدیث اخراج کی، انہوں نے کہا ''ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ آ نکلے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ شخص اور اسکی جماعت کے لوگ ہی قیامت میں کامیاب ہونے

والے ہیں'' اور یہ آیت نازل ہوئی ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ انکے سامنے آجاتے تو وہ کہتے ''سب مخلوق میں سے اچھا شخص آگیا''

جاء خیر البریة اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا: علی خیر البریة (درمنثور ج ٦ ص ٥٨٩). ترجمہ؛ عدی وابن عساکر نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ''علی رضی اللہ عنہ بہترین مخلوق ہے''۔

اس جگہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری اُمت، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں (انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بداہت عقلی سے مستثنیٰ ہیں)۔ یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسمیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اُمت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہو گی کیونکہ امام سیوطی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اندر ایک سخت گیر وکیل ہیں۔ یہاں ان کا یہ لکھنا صاف طور پر سپر انداز ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام دار قطنی نے شعبی سے ایک حدیث کا اخراج کیا: اخرج الدار قطنی عن الشعبی : قال بینما ابو بکر جالس اذ طلع علی فلما رأہ قال من سرہ ان ینظر الی اعظم الناس منزلة و اقربھم قرابة و افضلھم حالة و اعظمھم حقا

عند رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) فلینظر الی هذا الطا لع.

ترجمہ؛ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے تو ناگاہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ادھر آ نکلے جب انہوں نے انہیں (علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا تو کہا؛ جو آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ مقام والے، سب سے قریبی، سب سے افضل حالت والے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، بارگاہ میں سب سے بڑے حقدار کو دیکھے وہ اس سامنے ہونے والے کو دیکھے۔

دار قطنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو جو لفظاً حدیث موقوف ہے مگر حکماً حدیث مرفوع ہے دیکھنے پر انسان جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ سے آشنا ہو جائے گا۔ اعظم الناس منزلةً (سب سے بڑے رتبہ والا) کہنا، افضلهم حالةً کہنا، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔ اگر غیر ابوبکر صدیق کو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنا سُنّیت سے خروج کے معنی دیتا ہے پھر تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنیت بھی خطرے میں پڑ گئی ہوتی؟

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر چنداں زور ڈالنا دور حاضر کے بعض دانشوروں کا طبع زاد کارنامہ ہے۔ اور اسی حدیث کو قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ کتاب 'الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، ج۴۔ص ۱۱۹ پر روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹۔۱۱۸ پر محبّ الدین طبریؒ نے روایت کیا؛

قال جاء ابو بكر و علی یزوران قبر النبی (صلی الله علیه و آله وسلم) بعد وفاته ستة ایام، قال علی لابی بکر : تقدم یا خلیفة رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) فقال ابو بکر ما کنت لا تقدم رجلا سمعت

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یقول علی منی کمنزلتی من ربی

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پاک کے چھ دن بعد، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا؛۔اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آگے ہوں۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا؛۔میں ایسے آدمی سے آگے بڑھنے کا نہیں ہوں (جسکے بارے میں) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا؛ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے سامنے ویسے ہی ہے جیسا کہ میرا مرتبہ پروردگار کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بزم انبیاء میں یکتا و بے ہمتا ہے۔تو اس تشبیہ کا مقصد یہ ہوگا کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صفوف صحابہ رضی اللہ عنہم میں یکتا و بے ہمتا ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد غالب حاجت نہیں رہتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار فرما کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا یہ عقیدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

مذکورہ بالا روایات کے مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

☆حلیۃ الاولیاء، جلداول ص ۱۰۶ . للامام ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ).

☆الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷ . للامام ابن حجر مکی

☆جواہر العقدین، ص ۳۸۰، للامام نور الدین علی السمہودی (م ۹۱۱ھ)

حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور نظریہ

امام حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' ج ۱ ص ۲۳۵ پر ارشاد فرماتے ہیں:

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ثلاثۃ من الانصار لم یکن احدمنهم یلحق فی الفضل کلهم من بنی عبدالاشهل، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر و عباد بن بشر۔

ترجمہ: تین انصاری تھے جن کو مرتبے میں کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ سارے بنی عبدالاشہل میں سے تھے۔ (۱) سعد بن معاذ (۲) اُسید بن حضیر (۳) عباد بن بشر۔ جناب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ در بارہ سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے، باستثنائے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (جو بداہتہ عقلیہ سے مستثنیٰ ہیں) تین انصار تھے جن کا مرتبے میں کوئی شریک نہیں تھا۔ اس جگہ جناب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع مبین میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا شریک نہیں جبکہ آپ مجتہدہ ہیں، اگر اس پر اجماع ہوا ہوتا تو جناب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرور پتہ ہوتا، جبکہ آپ کا وصال 57/58ھ میں ہوا اور آپ کا جنازہ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

اس پر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ جب کوئی کسی بھی صحابی کو افضل کہے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی نفی لازم آتی ہو، دور حاضر کے دانشور پر سکتہ طاری نہیں ہوتا ہے اور خاطر عاطر پر ہرگز یہ بات گراں نہیں گزرتی مگر جونہی علی

مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا نام لیا جائے آتش بداماں ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے جناب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلہ عبدالاشہل کے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نام لیا انہیں پوری اُمت سے افضل کہا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، اگر بالفرض علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا نام آجاتا کئی گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی، شور محشر برپا ہو جاتا۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بغضِ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جن کو ورثے میں ملا ہے انہیں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پرخاش کے لئے کوئی بہانہ چاہئے ہوتا ہے۔ ورنہ افضلیت و مفضولیت چنداں جھگڑے کی بات نہیں، یہ ضروریاتِ دین میں سے ہی نہیں پھر جھگڑا کیسا؟ اگر ضروریاتِ دین میں سے ہوتا تو منکر کو کافر کہتے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی افضلیت

امام حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۲ ص ۱۵۸ پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا ذکر فرما رہے ہیں:۔(اما انه لاخيرهم واحبهم الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم (اخرجه احمد و البخاری) ترجمہ: لیکن (زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ) وہ تو یقیناً سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل اور سب سے زیادہ محبوب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

یہاں پر امام ابن حجر عسقلانی نے بحوالہ امام احمد اور بخاری جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سب سے افضل کہا اور سب سے زیادہ پیارا کہا۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہوتا تو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل اور سب سے زیادہ محبوب کیسے کہا جاتا؟

اس جگہ وہی سوال ابھر کر سامنے آ جاتا ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت دین کی کوئی اتنی بے حد ضروری چیز تھی اور سنیت کا بنیادی عقیدہ تھا تو اس جگہ دینی رگ حمیت کیوں نہ پھڑکی۔ وہ حساس طبعیتیں کیوں برہم نہ ہوئیں جو نامِ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سن کر فوراً آتش بداماں ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ

امام ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اپنی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص 193 جلد 7 پر تحریر فرماتے ہیں۔

قال صالح ابن احمد بن حنبل عن ابیه ابی الطفیل مکی ثقة‘ قال البخاری فی التاریخ الصغیر عن ابی الطفیل قال ادرکت ثمان سنین عن حیاۃ النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم قال ابوعمر، کان یعترف بفضل ابی بکر و عمر لکنه یقدم علیاً.

ترجمہ: صالح بن احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے والد سے روایت کیا: ابوالطفیل مکی ثقہ ہیں اور بخاری نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے ابوالطفیل کے حوالے سے، انہوں نے کہا میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی (ظاہری) زندگی کے آٹھ سال پائے، ابوعمر نے کہا (ابوالطفیل) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضل وشرف کے قائل تھے مگر وہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اُن سے افضل سمجھتے۔

یہاں بتائیے کہ جناب ابوالطفیل ایک جلیل القدر صحابی ہیں جو جناب شیخین کریمین (رضی اللہ عنہما) کے فضل وشرف کے قائل تھے مگر وہ جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو افضل

سمجھتے تھے۔ اگر جناب ابوبکرؓ کی افضلیت پر اجماع ہوگیا ہوتا تو اس اجماع کی مخالفت یہ صحابی ہوکر کیسے کرتے؟ یہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھ سال صحبت پائی اور 102ھ میں مکہ شریف میں سب سے آخری صحابی کی حیثیت سے رحلت فرما ہوئے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر یہ حضرات شیخین سے جناب علی مرتضٰیؓ کو افضل سمجھتے تھے تو ہرگز اجماع دربارۂ افضلیت ابی بکر صدیقؓ کوئی وجود نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ سب سے آخری صحابی تھے۔ اگر صحابہ کا اجماع دربارۂ افضلیت ابی بکر صدیقؓ ہوا ہوتا تو انہیں ضرور پتہ ہوتا اور یہ اس کے خلاف کبھی نہ کرتے جبکہ یہ طویل الصحبت صحابی تھے اور سب سے آخر میں وفات پائی۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؓ امام المتقین

امام حافظ ابی القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبداللہ شافعی المعروف ابن عساکر متوفی 571ھ اپنی کتابت تاریخ مدینہ دمشق ج۴۲ص۳۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **مرحبًا بسید المسلمین و امام المتقین**" (تمہارا آنا مبارک! اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے متقیوں کے امام)۔

یہ حدیث مرفوع ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب علی مرتضٰیؓ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ اُمت محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟ سب اتقیاء کا سردار فرمانا، سب سے اکرم ہونیکی دلیل نہیں ہے کیا؟

یہاں سب اتقیاء سے اتقی ہونا کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب اتقیاء کا سردار ہو کر اکرَمُ الاُمّت ہیں۔

ابن عساکر شافعی اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں ج ۴۲ ص ۳۷۱ رقم فرماتے ہیں کہ سورۂ بیّنہ کی آیت نمبر 6 در بارۂ افضلیت جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نازل ہوئی تھی اس لئے جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو صحابہ کرام کہتے:

جاء خیر البریة (سب مخلوق میں سے افضل آ گیا ہے)

اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہت عقلیہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عادی نعرہ تھا تو یہ کس طرح باور کیا جائے گا کہ وہی صحابہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجماع میں شریک بھی ہوئے یا افضلیت پر اجماع ہونے پر وہ خاموش رہے تھے؟

علیؓ خیر البریہ

<u>عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال علی خیر البریہ</u>۔ (درمنثور) (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (جو افاضل صحابہ میں سے ہیں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ "علی سب مخلوق سے (باستثنائے انبیاء) افضل ہیں"۔

یہ حدیث مرفوع ہے، یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی سوچ یا ذاتی رائے نہیں اور اسی روایت کو ابن عدی نے اپنی کامل ج ۱ ص ۱۷۰ میں بھی روایت کیا ہے۔

اختلافی موقف.دربارہَ اجماع برافضلیت جناب ابوبکرصدیقؓ جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے: **عن ابی حذیفه بن یمان،قال سمعت النبی صلی الله علیه و آلہٖ وسلم یقول : علی خیر البشر، من ابی فقد کفر** (حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے علیؓ سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں جواس کاانکارکرے گاوہ کافر ہے)۔

امام ابن عساکراسی کتاب کے اسی صفحہ پراسی حدیث کوایک اور سلسلہ اسناد کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں: **علی خیر البشر، من ابی فقد کفر** ترجمہ:علی سب انسانوں سے(باستثنائے انبیاء علیہم السلام)افضل ہیں جواس کاانکارکرے گاوہ کافر ہے۔

اسی کتاب کی ج۴۲ص۳۷۳ پر ہے: **عن جابر علی خیر البشر لایشک فیه الا منافق.** حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ علیؓ سب انسانوں سے افضل ہیں اس میں منافق کے بغیر کوئی شک نہیں کرتا۔

اسی صفحہ پرابن عساکررقمطراز ہیں: **عن جابر قال سئل عن علی فقال ذالک خیر البریة لایبغضه الا کافر.** ترجمہ: جناب جابرؓ سے روایت ہے آپ سے جناب علی مرتضٰیؓ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔وہ (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) سب مخلوق سے افضل ہیں اس حقیقت کو کافر کے سوا کوئی ناپسند نہیں کرتا۔

مندرجہ بالا روایات پربعض اہل علم نے کلام کیا ہے تاہم ہمارے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے راویوں اوراپنی کتب میں درج کرنے والے محدثین کو کسی نے خارج از اہل سنت یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔

افضلیت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

عزالدین ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری متوفی 630ھ اپنی کتاب اسدالغابہ پر تحریر فرماتے ہیں:

عن ابن بریدہ عن ابیہ قال. خدیجہ اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثم علی وقال ابوذر والمقداد خباب وجابر وابوسعید الخدری وغیرھم اِن علیا اول من اسلم بعد خدیجہ وفضلہ ھولاء علی غیرہ.

ترجمہ: ابن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں پھر علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور ابوذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہم) نے کہا کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اور ان لوگوں نے انہیں (علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ) کو دوسرے صحابہ کرام اور افرادِ اُمت سے افضل سمجھا۔

اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس روایت میں علامہ ابن عبدالبر تنہا اور متفرد ہیں، غلط ہے، اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا اس میں تفرد ابن عبدالبر کی تاویل رکیک ہے۔

اب اجماع نصی وسکوتی کی تفصیلات ختم ہو رہی ہیں۔

امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص رازی متوفی 370ھ اپنی کتاب ”الفصول فی الاصول“ 2-136 لکھتے ہیں: